منزلِ شوق

ڈاکٹر فہد ملک

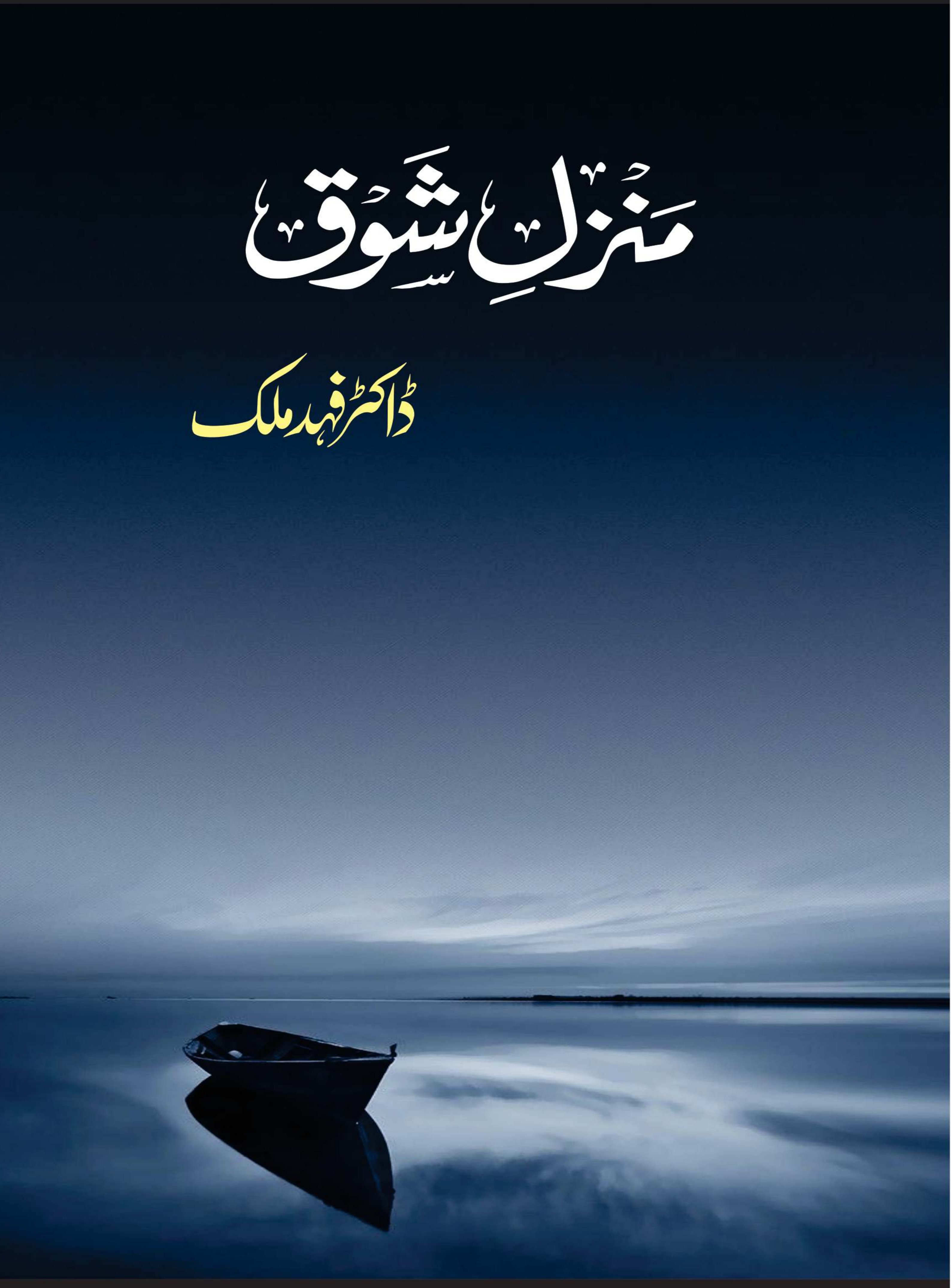

مسودہ

ڈاکٹر فہد اشرف

حسنِ ادب ،فیصل آباد
03217044014

ASIAN RESEARCH INDEX

Musawwada

By

Dr Fahad Ashraf

''جملہ حقوق بحقِ مصنف محفوظ ہیں''

کتاب:	مسودہ
شاعر:	ڈاکٹر فہد اشرف
حروف بندی:	غیور عباس
نظرِ ثانی:	ڈاکٹر نوید عاجز
سرورق:	ڈاکٹر عارف حسین عارف
ناشر:	حسنِ ادب فیصل آباد
اشاعت:	2023ء
قیمت:	500

ARI ID: 1689956522114

OPEN ACCESS

CC BY

ECO FRIENDLY

Licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

انتساب

فہرست

- پیش لفظ
- دیباچہ
- تبصرہ
- غم کو بھول جائیں دوستا
- جانے اپنے دل کو اس نے کتنا بدل لیا
- آیا جو دکھ یہ راس تھا تو اک غزل کہی
- یہ ہنر آزما کے دیکھتے ہیں
- ہر اک سے تیرے واسطے دل بیر لے گیا
- رودادِ عشق رنج کا اک جال بُن گئی
- ترے دعوے ترے وعدے کبھی سچے نہیں نکلے
- اک عمر جو گزاری تو ہم کو پتا چلا
- یہ زخم اپنے دل کا تو سل بھی سکتا تھا
- انکار بھی نہیں انھیں اقرار بھی نہیں
- بادِ صبا کا وعدہ کر کے اپنے ہاتھ میں
- اس سے ملی ہے کچھ خوشی تو غم بھی لیجیے
- جینے کے ڈھنگ تیری جدائی سکھا گئی
- ان سب رگوں ے پھوٹتے جنوں کا مسئلہ

- میں اس کو شعر سناتا تھا وہ گایا کرتی تھی
- لگتا ہے آج کل اسے میرا ہی دھیان ہے
- ہماری دعا میں اثر ہی کہاں تھا
- ڈھلتی سی شام کی جو ہوا چل پڑی تو پھر
- سکون کی لحد میں اب اتر ہی جائیں گے
- ہر وقت گریہ زاری، ہر لمحہ سوگ طاری
- کیوں نہ یہ ستم بھی اب کے خود پہ ڈھایا جائے
- ہوتی ہے کتنی خوب رُویہ زندگی تم دیکھنا
- آنکھ میں اک نمی سی رہتی ہے
- الفت ہے اس کو مجھ سے بھی پر مسئلہ یہ ہے اس گردشِ جہان کا مارا ہوا وجود
- یہ عشق میں نہ سوچ تو کہ کیا نہیں ملا
- عشق کے نہ مسئلوں پہ بات کیجیے
- ضبط نے وحشتوں کو باندھا ہے
- ہر غم ہنسی کے پیچھے چھپانے سے میں رہا
- برباد ہوئے ناشاد ہوئے
- جو عشق میں تھے جلتے وہ سینے سو گئے
- خوش نما سراب ہے
- کہنے کو ایک پل بھی تو مجھ سے جدا نہیں
- پہلے بھی تھے ہم کہ تھیں ویرانیاں یہاں

- دل کے آنگن پھول کھلا ہے
- سال نئے آتے ہیں لیکن درد پرانے رہ جاتے ہیں
- غلط کو ہے غلط کہا، صحیح کو ہے صحیح کہا
- اُس نے بھی کیا چاہے وہ اقرار نہیں تھا

منظومات

- انا
- ہجر کے تین سال
- ہر روز
- عشق کا گاؤں
- ماتم
- کرشمے

حصہ پنجابی

- بھانویں سوکھا سریا نہیں
- لوکاں اگے اڑ کے ویکھے
- بھانویں چھڈیا لکھ وی نہیں
- مکدی گل مکا ماہیا
- منگ نہ میتھوں پیار او بیلی
- اوہ گل جو سانوں کھا گئی اے

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

غزل

غم کو بھول جائیں دوستا
آ دو کش لگائیں دوستا

اپنا ساز درد چھیڑ کر
غم کا گیت گائیں دوستا

تیرے بعد سب یہ رونقیں
اب نہ دل لبھائیں دوستا

تو گیا تو اپنا حال دل
کس کو ہم سنائیں دوستا

گل کھلے ہیں تیرے بعد کب؟
کب چلیں ہیں ہوائیں دوستا

غزل

جانے اپنے دل کو اس نے کتنا بدل لیا
ہم کو دیکھ کے اُس نے جو ہے رستہ بدل لیا

عشق کی پہلی ٹھوکر سے بھی کچھ نہ سیکھے ہم
الفت ہم نے وہ ہی رکھی چہرہ بدل لیا

کچھ بھی فرق رہا نہ اپنی اُس کی عادت میں
ہم نے خود کو سارا اُس کے جتنا بدل لیا

کچھ دن کو تھی گئی اداسی پر واپس نہ لوٹے
اس کی خاطر گھر کا اپنے نقشہ بدل لیا

جس بستے میں یاد تھی رہتی اب ہے فکرِ روزی
بوجھ تو خود پہ لادے رکھا بستہ بدل لیا

غزل

آیا جو دکھ یہ راس تھا تو اک غزل کہی
اک عرصہ محوِ یاس تھا تو اک غزل کہی

یوں ہی جو دن گزر گیا تو اُس کی فکر کیا
اچھا ہوا اداس تھا تو اک غزل کہی

بھٹکا رہا میں عمر بھر تیرے خیال میں
کوئی نہ میرے پاس تھا تو اک غزل کہی

ہم کو ملی ہیں ترکے میں تو بس اداسیاں
یہ دل جو غم شناس تھا تو اک غزل کہی

مایوسیوں کے دشت میں ہے چھوڑ کر گیا
وہ شخص جو کہ آس تھا تو اک غزل کہی

غزل

یہ ہنر آزما کے دیکھتے ہیں
اب کے اُن کو بھلا کے دیکھتے ہیں

رخ سے سرکے کبھی جو آنچل ہم
معجزے اُس خدا کے دیکھتے ہیں

اب کے اُن سے تو بے وفا ہو کر
ولولے اُس وفا کے دیکھتے ہیں

کوئی اپنا نکل بھی سکتا ہے
ہاتھ سب سے ملا کے دیکھتے ہیں

درد میں آئے کچھ کمی شاید
آس کا گھر جلا کے دیکھتے ہیں

مل ہی جائے گا شعلہِ امید
گردِ ایذاء ہٹا کے دیکھتے ہیں

یاروں کی کھوجتے ہیں اب نیت
ہم بھی مقتل سجا کے دیکھتے ہیں

جو بھی ہوتا ہے خوش یہاں اُس کو
درد سے منہ اُٹھا کے دیکھتے ہیں

جو بھی آتا ہے اُس گلی سے ہم
پاس اُس کو بٹھا کے دیکھتے ہیں

ہر اک سے تیرے واسطے دل بیر لے گیا
پر تُو تو کاٹ کر ہی میرے پیر لے گیا

اک رشتے کی زمین کو سینچا تھا عمر بھر
اور فصل جب پکی تو ثمر غیر لے گیا

رودادِ عشق رنج کا اک جال بن گئی
اوڑھے ہیں درد اتنے کہ اک شال بن گئی

غزل

ترے دعوے ترے وعدے کبھی سچے نہیں نکلے
کہ ہم تکتے رہےتھے راہ تم گھر سے نہیں نکلے

کہیں کیا حادثہ تو روز ہی ہوتا رہا کوئی
یوں اچھے دن بھی اپنے خیر سے اچھے نہیں نکلے

یہی ہے عشق جب گھر پھونک ڈالا آگ نے سارا
کھلونے چھوڑ کر باہر کبھی بچے نہیں نکلے

جو آخر وقت بھی میرے لبوں پر نام تھا اُن کا
وفاؤں کے یہ دھاگے شکر ہے کچے نہیں نکلے

تری تو ہے خدائی اے خدا سارے جہانوں پر
تعجب ہے کہ تجھ سے بھی کوئی رستے نہیں نکلے

اک عمر جو گزاری تو ہم کو پتہ چلا
لازم نہیں ہے کوئی بھی جینے کے واسطے

یہ زخم اپنے دل کا تو سل بھی سکتا تھا
تُو کن اگر جو کہتا وہ مل بھی سکتا تھا

پژمردہ سا یہ غنچہ ہم دل ہیں جس کو کہتے
گر ساتھ وہ جو چلتا تو کھل بھی سکتا تھا

غزل

انکار بھی نہیں انہیں اقرار بھی نہیں
اتنا ہوا یہ دل کبھی لاچار بھی نہیں

آیا کڑا جو وقت کو ہر اک کے آئے کام
آئی جو اپنی باری تو اک یار بھی نہیں

اس بخت کی یہ پستیاں بھی ہوں ملاحظہ
گل تو کجا کہ اپنے لیے خار بھی نہیں

اس طرح مفلسی کے ستائے ہوئے ہیں ہم
محرومی اناج ہے اور پیار بھی نہیں

جانے وہ کون لوگ تھے جن کو ملے ہیں یار
حاصل ازل سے ہم کو تو اغیار بھی نہیں

دولت خلوص کی ہے میرے پا س فہدؔ سب
اور وہ خلوص کا تو طلب گار بھی نہیں

بادِ صبا کا وعدہ کر کے اپنے ہاتھ میں
اُس نے ہمیں تھما دی ہے طوفاں سی زندگی

اس سے ملی ہے کچھ خوشی تو غم بھی لیجئے
اس زندگی کو سر پہ تھوڑا کم بھی لیجئے

اک زندگی ملی ہے سکوں سے گزاریے
کیوں دوڑے جا رہے ہیں ذرا دم بھی لیجئے

غزل

جینے کے ڈھنگ تیری جدائی سکھا گئی
اور یاد تیری مجھ کو ہے شاعر بنا گئی

آندھی سفر کی رات میں چل پڑی تو کیا
اچھا ہوا کہ راہ کے پتھر ہٹا گئی

دورِ جنوں میں رہتا تھا خوش باش میں بہت
یہ آگہی تو میری ہنسی کو بھی کھا گئی

فرقت کی رات نیند ہمیں آتی کس طرح
ہم کو شبیہ یار تھی کہ جو سلا گئی

دیکھو اداسی بھی کسی گربہ سے کم نہیں
چھوڑا کسی بھی جگہ تو پھر گھر کو آ گئی

اپنا یہاں ہے کون پرایا ہے فہؔد کون
یہ راز ہم کو ایک مصیبت بتا گئی

غزل

ان سب رگوں سے پھوٹتے جنوں کا مسئلہ
لاحق ہمیں ہے ہر گھڑی سکوں کا مسئلہ

اب لاؤ کوئی پیر میرا سینہ دم کرو
ٹلتا نہیں ہے ہجر کے فسوں کا مسئلہ

دن ہو بھلے سے عید کا ہمیں خوشی نہیں
اب لا دوا سا ہے دلِ زبوں کا مسئلہ

اپنے بھی اب تو خیر سے اپنے ہیں کب رہے
یوں بڑھ گیا ہے یہ سفید خوں کا مسئلہ

چھینا ہیتیری ضد نے مجھ سے اُس کو اے خدا
معلوم تھا جسے مرے لوں لوں کا مسئلہ

میں اُس کو شعر سناتا تھا وہ اُس کو گایا کرتی تھی
یہ سچ ہے ہم کو کالج کی اک لڑکی بھایا کرتی تھی

دیکھو اتنے فرق پہ بھی ہم کتنے پیار سے رہتے تھے
نالائق سا میں لڑکا تھا وہ اول آیا کرتی تھی

لگتا ہے آج کل اُسے میرا ہی دھیان ہے
جانے یہ بات سچ ہے کہ دلکش گمان ہے

غزل

ہماری دُعا میں اثر ہی کہاں تھا
بھلا بے وفا وہ بشر ہی کہاں تھا

میں گھر کیوں نہیں جاتا سب پوچھتے ہیں
بتائے کوئی میرا گھر ہی کہاں تھا

تجھے مانگنے کہ سوا دشمنِ جاں
گرا سجدے میں اپنا سر ہی کہاں تھا

جو آباد تھا کس قدر اُس کے دم سے
بغیر اُس کے ویسا نگر ہی کہاں تھا

زمانے کی حدت سے مجھ کو بچاتا
رہِ عشق میں وہ شجر ہی کہاں تھا

غزل

ڈھلتی سی شام کی جو ہوا چل پڑی تو پھر
اک اختتام کی جو ہوا چل پڑی تو پھر

تو مت بنا دریچہ بھلے دل کے محل میں
میرے ہی نام کی جو ہوا چل پڑی تو پھر

واعظ تو حبس کر لے پیدا اپنے وعظ کی
مینا و جام کی جو ہوا چل پڑی تو پھر

یہ لاکھ حقیقت سہی کہ وہ ہے بے وفا
گر فکرِ خام کی جو ہوا چل پڑی تو پھر

تیرا خیال ہے کہ ہے یہ درد عارضی
درد دوام کی جو ہوا چل پڑی تو پھر

تو نے سمجھ لیا ہے کہ انمول ہے یہ حسن
یاں سستے دام کی جو ہوا چل پڑی تو پھر

حاکم تجھے ہے خوف جو سچ کے نظام سے
گر اُس نظام کی جو ہوا چل پڑی تو پھر

سکون کی لحد میں اب اتر ہی جائیں گے
یہ قلزمِ خوں پار اب تو کر ہی جائیں گے

اس آس پر ہی کاٹ دی ہے غم زدوں نے عمر
یہ دن ہیں جو برے تو کیا گزر ہی جائیں گے

ہر وقت گریہ زاری ہر لمحہ سوگ طاری
ہے تیرے بعد ہم نے یوں زندگی گزاری

کیوں نہ یہ ستم بھی اب کہ خود پہ ڈھایا جائے
اُس وعدہ فراموش کو دل سے بھلایا جائے

کچھ اس طرح سے تلف کریں ہم کتابِ زیست
ہر ہر ورق کتاب کا خود ہی جلایا جائے

ہوتی ہے کتنی خوب رو یہ زندگی تم دیکھنا
خود کو نہیں ہر رشتے میں دوجے کو بھی تم دیکھنا

تو کیا ہوا گر دل پہ تیرے غم کے داغ ہیں
داغوں کے ان دیوں کی پھر یہ روشنی تم دیکھنا

غزل

آنکھ میں اک نمی سی رہتی ہے
زندگی میں کمی سی رہتی ہے

دل کے ظلمت کدے میں دیکھو تو
یاد کی روشنی سی رہتی ہے

جانے ہے کس کا انتظار مجھے
جانے کیوں تشنگی سی رہتی ہے

ہو گئے برف ہیں سبھی آنسو
سو نظر اب جمی سی رہتی ہے

خلوتِ دل کے ان دریچوں میں
اک صدا سرگمی سی رہتی ہے

میں ہوں سچ گو سو اس لیے میری
شہر میں دشمنی سی رہتی ہے

وہ تو کہتا ہے ختم ہو رشتہ
آرزو یہ میری سی رہتی ہے

زندگی سے ہیں کچھ گلے شکوے
خود سے بھی برہمی سی رہتی ہے

تم مرے پاس جب نہیں ہوتے
زندگی یہ تھمی سی رہتی ہے

الفت ہے اُس کو مجھ سے بھی پر مسئلہ یہ ہے
پڑتی ہے اپنی راہ میں دیوار ذات کی

اس گردشِ جہان کا مارا ہوا وجود
لے جائیں ہم کہاں بھلا ہارا ہوا وجود

نا کردہ گناہوں کی سزا سہ رہا ہے یہ
دیکھو بہشت سے یہ اتارا ہوا وجود

غزل

یہ عشق میں نہ سوچ تُو کہ کیا نہیں ملا
ہے کر لیا تو خاک میں اپنی جبیں ملا

ہم راہ دیکھتے ہی رہے جس کی عمر بھر
وہ شہر میں جو آیا تو ہم سے نہیں ملا

بچپن میں دل کی بستی میں رہتے تھے کتنے لوگ
دیکھا شباب میں تو فقط اک مکیں ملا

اگلے جہاں کے وعدے پہ ہم کو دیا ہے ٹال
کم بخت ہم کو وہ تو بلا کا ذہیں ملا

ہم یار جس کو کہتے رہے تھے تمام عمر
اک دن عدو کی بزم میں وہ نازنیں ملا

گریاں دیا نہ تُو نے تو نہ لوں گا حشر میں
اُس کو ملانا ہے اگر تو پھر یہیں ملا

غزل

عشق کے نہ مسئلوں پہ بات کیجیۓ
آپ مجھ سے فلسفوں پہ بات کیجیۓ

واسطہ نہیں ہے اپنا نیند سے کوئی
سو ہو سکے تو رتجگوں پہ بات کیجیۓ

نام دوستوں کا بھی آۓ گا چھوڑیۓ
چھوڑیۓ نہ دشمنوں پہ بات کیجیۓ

عارضی ہے زندگی کی ہر خوشی جناب
درد کے ہی سلسلوں پہ بات کیجیۓ

ضبط نے وحشتوں کو باندھا ہے
آج پھر آنسوؤں کو باندھا ہے

غزل

ہر غم ہنسی کے پیچھے چھپانے سے میں رہا
اس بار زندگی کو نبھانے سے میں رہا

دیتا بھلے ہے تیری جفا کا دھنواں یہ اب
پھر بھی چراغِ عشق بجھانے سے میں رہا

اب ماند پڑ گئی ہیں میری سب حرارتیں
اس شخص کو تو روز منانے سے میں رہا

جن میں ہیں تیرے لمس کی خوشبو بسی ہوئی
اے عشق! اُن خطوں کو جلانے سے میں رہا

گر تیری شرط ہے کہ یہ حل ہوں گی اشک سے
ان مشکلوں پہ اشک بہانے سے میں رہا

ان سب اذیتوں نے تو پاگل ہی کر دیا
ہوش اپنے اب ٹھکانے پہ لانے سے میں رہا

میری حساسیت یہ چیخ کر ہے کہہ رہی
گر یہ ہے زمانہ تو زمانے سے میں رہا

مانا کہ فہدؔ زندگی بھی ہے بہت کٹھن
پر آسماں تو سر پہ اُٹھانے سے میں رہا

برباد ہوئے ناشاد ہوئے
یہ حال ہیں تیرے بعد ہوئے

کچھ بھی اور ہوا نہ تم سے
درد ہی بس ایجاد ہوئے

جو عشق میں تھے جلتے وہ سینے ہیں سو گئے
یوں زندگی کے سارے قرینے ہیں سو گئے

ہم کو تو نارِ ہجر میں تھا جلتے یوں لگا
کہ رک گئے ہیں سال مہینے ہیں سوگئے

غزل

خوش نما سراب ہے
زندگی عذاب ہے

ایسی بے بسی ہے کہ
جس کا نہ حساب ہے

امتحانِ عمر کا
درد ہی نصاب ہے

جان پر سوار یہ
کیسا اضطراب ہے

مدتوں کے بعد بھی
یاد پُر شباب ہے

ہر گھڑی ہی اُس کا ورد
جیسے وہ ثواب ہے

دل کی بات مت کرو
خانہ یہ خراب ہے

عمر کی کتاب میں
تُو ادھورا باب ہے

کہنے کو ایک پل بھی تُو مجھ سے جدا نہیں
پر یہ بھی سچ ہے مجھ پہ تُو پورا کھلا نہیں

پہلے بھلے تھے ہم کہ تھیں ویرانیاں یہاں
اب وحشتوں نے بھر دیا ہے دل کا یہ خلا

غزل

دل کے آنگن پھول کھلا ہے
پیار کی جو خوشبو دیتا ہے

سب کو جھوٹ کو سچ کہتا ہے
دیکھو وہ کتنا بھولا ہے

نقش ز مانے کے بھولے ہیں
ہم کو یاد بس اک چہرہ ہے

جب سے اس نے شہر ہے چھوڑا
سونا سونا ہر رستہ ہے

کیوں ہیں تیری باتیں کرتے
جانے ہم کو کیا ملتا ہے

جیون رہ میں گھور تھکن ہے
رہتا رستہ اور کتنا ہے

دیکھو ہر شاعر کے گھر کا
الٹا پھلٹا سب نقشہ ہے

اور تو کیا ہے عمر کی پونجی
یادوں کا بس اک بستہ ہے

سال نئے آتے ہیں لیکن درد پرانے رہتے ہیں
دیوانے ہر حال میں دیکھو دیوانے رہتے ہیں

غزل

غلط کو ہے غلط کہا صحیح کو ہے صحیح کہا
تمام عمر سچ تھا جو کہ ہم نے بس وہی کہا

کوئی غلط نہیں یہاں یہ اپنی اپنی سوچ ہے
کوئی کہے ہوس ہے عشق میں نے تشنگی کہا

یہ روز و شب کے حادثوں میں ہر گھڑی کی موت کو
مجھے دکھاؤ شخص وہ کہ جس نے زندگی کہا

اُس نے بھی کیا چاہے وہ اقرار نہیں تھا
یوں بھی نہیں تھا اُس کو مجھ سے پیار نہیں تھا

یہ میری شکل اب ذرا مجھ سے نہیں ملتی
میں ایسا کبھی تو اے میرے یار نہیں تھا

منظومات

اَنا

حالات کی اک ضرب نے دیکھو
ایسی رُت بھی کھولی تھی

کہ ہم تم جو یکجاں بہت تھے
دور بہت جا بیٹھے تھے

دل کو پر گماں تھا یہ
غلط نہیں ہے تو پر تجھ سے

اس رُت میں غلط ہو رہا ہے
گردش کا یہ کھیل ہے شاید

دل کی ان زمینوں پہ
جو فاصلے بو رہا ہے

اس سب میں تو بھی تھک گئی تھی
چلت پھِل تیرک گئی تھی

میں بھی ٹھیک تھا اپنے تئیں
رُک گیا تھا میں بھی وئیں

پر تجھ سے یوں بچھڑنے کو
میں نے بہتر سمجھا مرنے کو
اُٹھا میں اپنے کمرے بند سے
تیرے پیروں میں انا دھرنے کو
میں آیا سب ٹھیک کرنے کو

ہجر کے تین سال

لو آج تین سال بیت گئے
ان سالوں میں تمہاری مہک

مجھ میں ہر سُو رہی
کہ زندگی تمہاری تھی
بعد بھی تمہاری رہی

پر کیا تم جانتی ہو جاناں!
وقت کے اس بوجھ نے
جوانی میں ہی مجھے

برسوں پرانا کر دیا
کمزور بنادیا، ضعیف کر دیا

پر میں جانتا ہوں کہ ابھی
مجھے اک لمبا انتظا ر کرنا ہے
ابھی اور سال بیتنے ہیں
ابھی اسی آگ میں جلنا ہے

پر میں اس بات سے ڈرتا ہوں جانا ں!
کہ وقت کے اس بوجھ سےمیں
اس قدر عمر رسیدہ ہوجاؤں
کہ دم ہی توڑ جاؤں

اور آخر پُرنم آنکھیں
رُکتی ہوئی سانسیں
شمار کرنے سے قاصر ہوں
اور یہ کہتی ہوں

لو آج وقت کی اندھیرے جیت گئے
لو آج ہم ہی بیت گئے

ہرروز

غمِ روز گار کے جھمیلوں میں ہر روز
اعضائے جسم اپنے درد سے کراہتے ہیں

تو ہم بھی اک یاد کے بستر پر
روز ہی سر رکھ کر سو جاتےہیں
فکریں تو ذہن میں سو رہتی ہیں
پر خواب میں محور بدل جاتےہیں

یوں ہماری شب کٹتی ہے اور صبح
کسی بے نوا آواز کے طائر جگاتے ہیں
سرابِ وصل کے محل بکھرتے ہیں
اور ہم اس تلخ حالتِ اصل میں آ جاتے ہیں

پھر چکر چلتا ہے
پیٹ لاتیں مارتا ہے
ہم کام میں لگ جاتے ہیں
سب بھول جاتے ہیں

یوں اب ہم کام کے وقت کام
اور یاد کے وقت یاد کرتے ہیں
گویا کہ اب ہم سمجھ دار ہوتے جاتے ہیں

عشق کا گاؤں

یہ دل جب جوان ہوا تھا
اس کا ابرو کمان ہوا تھا
یہ نقش اس کا قاتل تھا
نشانے پہ میرا دل تھا

دور دور رہا کرتا تھا وہ
کچھ نہ کہا کرتا تھا وہ

ہر روز اسے دیکھتا تھا میں
کہ اس کا فریفتہ تھا میں

دیکھا تھا اسے جب سے
مانگا ہر شب رب سے

اسے پیار ہونا مشکل تھا
میرا اعتبار ہونا مشکل تھا

پر جذبے میں سچائی تھی
وہ آخر پگھل آئی تھی

اسے اعتبار آگیا آخر
مجھ پہ پیار آ گیا آخر

یوں شروع پھر فسانہ ہوا
کہ وہ بھی میرا دیوانہ ہوا

پر ایک دن بھید کھل گیا اپنا
سب کو سراغ مل گیا اپنا

آخر عشق و زمانہ لڑ گئے
اور یوں ہوا کہ ہم بچھڑ گئے

اس سانحے پہ بہت روئے ہم
جانے کتنی ہی راتیں نہ سوئے ہم

دل پہ خوشیوں کا ڈیرہ نہیں رہا
یہ سچ ہے کہ وہ میرا نہیں رہا

عمریں بیت گئی پر سوال وہی رہا
کہ اُس کے جانے کا ملال وہی رہا

ہی سچ ہے نہ اک دوجے کے پاس رہتے ہیں
یہ بھی سچ ہے کہ بہت ہم اداس رہتے ہیں

یہ مانا کہ ہیں مجبور بہت
پر اس ظالم سماج سے دور بہت

اک عشق کا گاؤں آتا ہے
جہا ں نہ کوئی اداس رہتا ہے
وہاں وہ میرے پاس رہتا ہے

ماتم

کرنا ہو کسی زن کو جب کسی غم کا ماتم
چوڑی اپنے ہاتھ کی وہ توڑ دیتی ہے
سجنا چھوڑ دیتی ہے سنورنا چھوڑ دیتی ہے

پر لاحق ہو کسی مرد کو جب کوئی غم
تو کیسے کرے وہ اس کا ماتم

چوڑی آخر وہ نہ پہنے
غم میں جس کو توڑے وہ
نہ مثلِ عورت وہ بھی سنورے

ماتم میں جس کو چھوڑے وہ
کیا کرے پھر وہ بیچارا
کس کا لے آخر سہارا

ہاں اک بات آخر ہونے لگتی ہے
کہ داڑھی اُس کی وضع کھونے لگتی ہے

جبیں پہ غم سجا لیتا ہے وہ
اور بال اپنے بڑھا لیتا ہے وہ

آؤ دیکھو تو سہی میں نے
وہ سب چلن اپنا لیے ہیں
اور بال بھی اپنے بڑھا لیے ہیں

کرشمے

اُس کی قدرت کے ہزر کرشمے
بنا ستوں کھڑا کیا آسماں جس نے

شب دن میں دن شب میں ڈھلتا ہے
وہ جانے کتنے ہی رنگ بدلتا ہے

یہ پہاڑ بھی اُس کی طاقت کا نشاں ہیں
کہ اس کی قدرت کی حد تو بے بیاں ہے

بہروں کی اتھاہ گہرائیوں میں بھی
اپنی بنائی مخلوق پالتا ہے

کبھی پانیوں کو فلک سے گراتا ہے
تو کبھی زمیں سے اُچھالتا ہے

ننھے سے بیج کے سینے سے
کیسے تن آور شجر نکالتا ہے

زمیں کا سینہ چیرتے ہوئے
آتش فشاں بھی تو بنائے اُس نے

اپنے قادر ہونے کے
کتنے ہی نشاں دکھائے اس نے

ناممکن سی شے تعریف اس کے ایک گُن کی ہے
کہ اس کے نزدیک تو بات کن فیکون کی ہے

جب وہ رب یہ سب معجزے دکھا سکتا تھا
اک ادنیٰ سا کرشمہ اور بھی تو دکھا سکتا تھا
وہ تجھے میرا بھی تو بنا سکتا تھا

حصہ پنجابی

غزل

بھانویں سوکھا سریا نئیں
جیوندا ہاں میں مریا نئیں

سجناں ای چا مورے کیتے
تاہیوں بیڑا تریا نئیں

ہس نہ میرے حال تے یارا
ڈگیاں واں میں ہریا نئیں

دنیا تُوں ایں بہت سیانا
گھاہ تے میں وی چریا نئیں

تیرے ہندیاں وی اے ربا
کیہڑا دکھ میں جریا نئیں

سارا دن مزدوری کیتی
ڈھڈ تے فیر وی بھریا نئیں

رب نے میری اک شے کھو لئی
رب توں فیر میں ڈریا نہیں

غزل

لوکاں اگے ڑکے ویکھے
اکھیں سفنے جڑکے ویکھے

جیہڑا عشق نوں مندا نئیں
ساڈا ہتھ اوہ پھڑ کے ویکھے

مکھ اوہدے دا نور وے لوکو
چن وی راتی سڑ کے ویکھے

اسیں نہیں اوہدے کو لوں ڈردے
نال اساڈے لڑکے ویکھے

عشق نے انج دی حالت کیتی
ہر اک بندہ کھڑ کیویکھے

باہروں ہسدا ویکھن سارے
کوئی تے اندر وڑ کے ویکھے

غزل

مکدی گل مکا ماہیا
دل دے ویہڑے آ ماہیا

لوکی مہنے مارن گے
دے نہ انج دغا ماہیا

یا تقدیر دے کولوں جت
یا دے آپ ہرا ماہیا

اوہلے رہ کے اکھاں نوں
نہ دے ہور سزا ماہیا

دل چندرے نوں تیرے باہجھ
دسدا نہ کوئی را ماہیا

اس عمرے لک روون دی
لبھدی نہ کوئی جا ماہیا

لوکاں توں میں ہر دا نئیں
آ کے آپ ہرا ماہیا

غزل

منگ نہ میتھوں پیار او بیلی
اسراں ہی ہن سار او بیلی

اوکھے ویلے نس جاندے نیں
ویکھو اج دے یار او بیلی

ساڈا بھارا کسے نہ چایا
بیلی انج ہزار او بیلی

اس بندے دے منہ نہ لگیں
جسدے یار ہزار او بیلی

اک پاسے تے موت کھڑی اے
اک پاسے نے یار او بیلی

کسے گھڑی وی چل سکدے نے
بن گئے نے ہتھیار او بیلی

غزل

اوہ گل جو سانوں کھا گئی اے
اج ربی چیتے آگئی اے

ہورے موت کرے کی ساڈا
جندڑی تے حال ونجا گئی اے

جیون دی کوئی را نہ چھڈی
انج تقدیر ہرا گئی اے

کسراں توں کسے ہور دا ہویا
ایہو گل مکا گئی اے

ماں دھرتی نوں کس منہ کہیے
ماں ہی دے دغا گئی اے

بس کر دے ہن سو ہنیا ربا
رہ کی ہور سزا گئی اے

بھانویں چھڈیا ککھ وی نئیں
دل فیر تیتھوں وکھ وی نئیں

سارا حسن اے دنیا دا
اوہدی تاں ایک ککھ وی نئیں